نور جہاں نور: ایک حرماں نصیب شاعرہ

کلیدی الفاظ:# نور جہاں نور# ایک حرماں نصیب شاعرہ

فرخندہ ضمیر

ارباب مینشن۔مکان نمبر۔805/13

آزاد نگر خان پورہ اجمیر، راجستھان۔305001

تلخیص:

خواتین میں اردو شاعری کی ابتدا بقول ’گارساں دتاسی‘ اپنے تذکرے۔’’ذکر تذکرہ جات‘‘ میں شہزادی زیب النّساء کی اردو میں شعر گوئی کی شہادت دیتا ہے۔دھیرے دھیرے خواتین شاعرات منظرِ عام پر آنے لگیں۔

زیرِ نظر مضمون ایک ایسی شاعرہ کے متعلق ہے جو آزادی سے پہلے شعر و سخن میں طبع آزمائی کر رہی تھیں۔وہ ۱۹۰۵ء میں بدایوں کے عارف پورہ قصبہ میں چودھری اساس الدّین کے یہاں پیدا ہوئیں۔کم سنی میں ہی والد کے سایہ پدری سے محروم ہوگئیں۔خالا زاد بھائی سے شادی ہوئی ۔انھیں اعلیٰ تعلیم دلوانے کے لئے پہلے علی گڑھ اور اسکے بعد لندن بھیجا۔شوہر نے ان کی محبت و وفاداری کا یہ صلہ دیا کہ لندن سے آکر دوسری شادی کر لی۔نور جہاں نور کے شب و روز ہجر و فراق میں بسر ہونے لگے۔شعر و سخن کو وسیلہ اظہارِ غم بنایا۔

نور جہاں نور نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن نظم میں انکا اندازِ بیان قابلِ تعریف ہے۔انکے یہاں واقعہ نگاری اور جزبات کی دلاویزی موجود ہے۔شدّتِ جزبات کو سادگی وصداقت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

علاّمہ اقبال سے بے حد متاثّر نظر آتی ہیں۔

اس لئے قومی اور مزہبی نظموں میں اقبال کا اثر غالب ہے۔ شبِ عاشورہ اسی رنگ کی نظم ہے۔ نور جہاں نور کے یہاں کلاسیکی استعارے اور علامتوں کے استعمال سے کلام میں لزّت و تازگی پائی جاتی ہے۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف سے بڑھکر ثرّیا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلۂ سے ٹوٹا شرارِ افلاطون

علاّمہ اقبال

علامہ اقبال کے یہ کلمات اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ تصویرِ کائنات میں رنگ عورت کے وجود سے ہی ہے۔ ”مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی“۔

ہم اس مصرعہ پر غور کریں تو ہمیں یہ احساس ہوگا کہ عورت ارسطو و افلاطون کیوں نہ بن سکی اس کی کئی وجوہات ہیں۔ فطرت نے عورت کو جسمانی طور پر مرد کے مقابلے کمزور بنایا ہے اور اسی لئے مرد غالب ہو گیا۔ اسی زور قوت کی بنا پر مرد نے عورت کی ذہنی استعداد اور دماغی قابلیت کو اہمیت نہیں دی اور اس کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہندوستانی معاشرت میں بھی عورت کا استحصال کیا گیا اور اسی وجہ سے عورت گھر کی چار دیواری میں قید ہو کر رہ گئی۔

ادبی دنیا میں بہت سی خواتین کے جواہر پارے وجود میں آئے، لیکن مرد کی غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ وہ منظرِ عام پر آئیں۔ میر تقی میر نے تذکرہ ”نکات الشعراء“ لکھا لیکن کسی شاعرہ کا ذکر کرنا بھی میر تقی میر نے اخلاق سے عاری سمجھا ان کی خود کی صاحبزادی بیگم بنت میر تقی میر شاعرہ تھیں لیکن ان کا ذکر تک نہیں کیا۔

زمانے نے کروٹ لی، صدیوں کا جمود ٹوٹا۔ زمانہ مجبوراً مساوات کی طرف راغب ہوا۔ عورت کی حیثیت کو تسلیم کیا گیا۔ اس کے جذباتِ لطیف کو ٹھکرانا اور ان کے کارناموں کو قابل التفات نہ سمجھنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ اسی تبدیلی کے زیرِ اثر مصطفیٰ خاں شیفتہ نے ''گلشنِ بے خار'' میں کچھ شاعرات کا ذکر کیا ہے۔ مولوی عبدالغفور نسّاخ نے ''سخنِ شعراء'' میں بطورضمیمہ شاعرات کا مختصر تذکرہ شاملِ کتاب کیا ہے۔ آزادی کے چراغ روشن ہوتے رہے اور خواتین کی ادبی خدمات منظر عام پر آتی رہیں۔ ان کی تعریف وتوصیف کی گئی۔

خواتین میں اردو شاعری کی ابتدا فرانسیسی وقائع نویس گارساں دتاسی نے اپنے تذکرے ''ذکر تذکرہ جات'' میں شہزادی زیب النساء کی اردو میں شعرگوئی کی شہادت دی ہے۔ یہ سلسلہ دہلی، لکھنؤ دبستان سے ہوتا ہوا ترقی کرتا رہا اور کئی شاعرات کی ادبی خدمات کو سراہا گیا۔

زیرِ نظر مضمون میں ایسی شاعرہ کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو آزادی سے پہلے شعروسخن میں طبع آزمائی کر رہی تھیں اور علاّمہ اقبال سے بہت متاثر تھیں۔

محترمہ نور جہاں نور کی پیدائش 1905ء میں بدایوں کے عارف پورہ نام کی بستی میں ہوئی۔ ان کے والد چودھری اسدالدین وہاں کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے۔

نور جہاں چار (4) سال کی تھیں کہ شفقت پدری سے محروم ہوں گئیں۔ اس وقت بڑی بہن چھ سال کی تھیں اور بھائی چار ماہ کا تھا، وہ بھی تین سال بعد داغ مفارقت دے گیا۔ گھر میں فقط والدہ اور دو کمسن لڑکیاں رہ گئیں، کسی سرپرست کے نہ ہونے سے ان کی والدہ کو اور انھیں حالات کی سنگینیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جائیداد کے لالچ نے عزیز واقارب کی جھوٹی محبتوں اور شفقتوں کو بے نقاب کر دیا، والدہ اپنی لڑکیوں کے لئے مخلص اور قابل لڑکوں کی تلاش میں سرگرداں تھیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ داماد ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ آخر کار خالہ زاد انٹر پاس کلرک سے نور جہاں کی شادی کر دی گئی۔! نور جہاں نور نے شوہر کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے علی گڑھ بھیجا۔ وہاں سے انھوں نے ایل۔ایل۔بی (L.L.B) کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد وہ لندن گئے اور وہاں سے اسلامیات میں p.hd کی ڈگری لے کر ۶ سال بعد لوٹے۔ شوہر کی محبت میں اپنی جائیداد خرچ کر کے انھیں قابل بنایا اور انھوں نے نور کی وفاؤں، قربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ لندن سے

آ کر دوسری شادی کی اس کے مرنے کے بعد تیسری شادی کی اور نور کی زندگی کو ہمیشہ کے لئے پر خار راہوں میں تنہا چھوڑ دیا۔نور جہاں نور کے شب و روز ہجر و فراق میں بسر ہونے لگے۔انھوں نے شعر و سخن کو وسیلۂ اظہارِ غم بنایا۔اس لئے ان کی شاعری ان کی روداد غم نظر آتی ہے۔

نور جہاں نور نے کئی اصناف جیسے نظم ،غزل ،نعت ،منقبت ،مرثیہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ خصوصاً نظم میں ان کا انداز بیان قابل تعریف ہے۔ان کے یہاں واقعہ نگاری اور جذبات نگاری کی دلاویزی موجود ہے۔نور کے یہاں سوز و گداز فطری ہے۔نظم ان کی الم شناس فطرت کی ترجمانی کرتی ہے۔ان میں زندگی کے حقیقی واقعات کو پیش کیا گیا ہے، داخلی کیفیت کا اظہار ان کی شاعری کو پر اثر بناتا ہے۔

مل گیا میری وفاؤں کا صلہ اے ہمدم
عہدِ الفت کا جو تھا خوب نبھایا تونے
ہو گئی میری تمنّاؤں کی دنیا تاریک
اب ہنسوں گی نہ کبھی ایسا رلایا تونے
جن لبوں سے سنا کرتی تھی میں جینے کی نوید
ان سے اب موت کا پیغام سنایا تونے
داغِ غم سے میرے سینے میں چراغاں کر کے
شمع ساں محفل ہستی میں جلایا تونے

نور جہاں نور کے بقول داغِ غم سے ان کے سینے میں جو چراغاں ان کے شوہر نے کیا اس میں زندگی بھر جلتی رہیں۔ان کے کلام میں شدّتِ جذبات نہایت سادگی و صداقت کے ساتھ قلم بند کئے گئے ہیں۔اس لئے ان کے اظہارِ غم کا اثر دیر پا ہے۔نزاکت خیال اور شعریت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتیں۔نور جہاں نور نیک صفت اور خلیق خاتون تھیں۔اس لئے اپنے جانِ عزیز شوہر کو بد دعائیں نہیں دیتی ہیں۔یہی مشرقی اقدار کی حامل وفا شعار بیوی کی صفت ہے۔

ہاں مگر پھر بھی میرے دل سے نکلتی ہے دعا
زندگی کو میری نا شاد بنانے والے

تیری دنیا میں مسرت کی فراوانی ہو
اے مجھے آتشِ فرقت میں جلانے والے
شمع سے رہے تیرا شبستاں روشن
نور کی شمع ارمان کو بجھانے والے

نور ایک اعلیٰ ظرف خاتون تھیں انھیں اسلامیات سے گہرا لگاؤ تھا۔ علامہ اقبال سے بے حد متاثر نظر آتی ہیں۔ اقبال کا اثر نور پر لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے پڑا ہے۔ اس لئے قومی اور مذہبی نظموں میں آپ کی زبان وخیالات پر علامہ اقبال کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ علامہ اقبال کی ایسی تقلید کے نمونے شاعرات میں کم ملتے ہیں۔ ''شبِ عاشورہ'' اسی رنگ کی نظم ہے۔

نور جہاں نور کے یہاں حسن وصداقت بدرجہّ اتم موجود ہے۔ وہی ادب زندہ رہتا ہے جس میں فن کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حسن وصداقت ہو۔ نور غزلوں میں اتنی کامیاب نظر نہیں آتیں جتنی نظموں میں۔ ان کی نظم ''رودادِ ستم'' جو کہ 1943 میں لکھی گئی تھی اس کی مثال:

کیا انقلاب ہے فلک کج مدار کا
امی بجھا چراغ بھی تیرے مزار کا
تنویر زیست ظلمت میں کھو گئی
روشن سحر میری شب دیجور ہوگئی
کشتی بھنور میں چھوڑ کر وہ نا خدا گیا
موجوں کی رو میں یہ سفینہ بہا گیا

نور جہاں نور کے یہاں کلاسیکی اشعار اور علامتوں کے استعمال سے کلام میں ندرت وتازگی برقرار رہتی ہے۔ ان کی نظم ''شبِ عاشورہ'' نامکمل اور تشنہ ہونے کے باوجود ایک کامیاب نظم ہے۔ اس میں واقعاتِ کربلا اور اس کے کرداروں کی عظمت ومرتبہ کو فنّی چابک دستی سے پیش کیا گیا ہے۔ انھوں نے ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں پر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے کہ ذرا سے جنبشِ قلم سے کفر کا فتویٰ جاری ہوجائے لیکن نور جہاں نور ان مقامات سے بھی کامیابی سے گزر گئیں۔ ان کی ایک اور نظم: ''قدرت کا پیغام خورشید رسالت کے نام''۔

آدم کے سفینے پہ ہے ابلیس کا قبضہ
کیا دور ک بیڑے کو ڈبو دے یہ بد انجام
پوشیدہ تنِ کعبہ میں اب روحِ بتاں ہے
یزداں کی جگہ جلوہ کناں پیکرِ اصنام
اے دوست نکل پردے سے اور بزمِ جہاں دیکھ
خلوت کا نہیں وقت یہ جلوت کا ہے ہنگام
انجم نے سرِ چرخ سے مژدہ یہ سنایا
خورشید رسالت افق ِدہر پہ آیا
خالق نے اسے رخصتِ تنویر عطا کی
وہ مہرِ مبیں برج شرف سے نکل آیا
امید جو ہوء موکبِ محبوب ِخدا کی
ایک دھوم مچی صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ کی

''مسلم سے خطاب اسلام''، محمد علی جناح کی آمد پر جیسی نظمیں لکھ کر عظمت اسلام کے ترانے پیش کرنے والی یہ شاعرہ اس دنیا سے یوں ہی حرماں نصیب چلی گئی۔